میرے مطالعہ قرآن

کی سرگزشت

تالیف

مفکر اسلام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ایچ، یم، حسین ٹرسٹ
H. M. Husain Trust
Email: hmhamuwash@yahoo.com
Cell: +91 7095168679

طبع اول

ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ۔ستمبر ۲۰۱۷ء

نام کتاب	:	میرے مطالعہ قرآن کی سرگزشت
از	:	مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
صفحات	:	۱۶
تعداد	:	۲۰۰۰
کمپوزنگ	:	عاقب حامد
باہتمام	:	انجینیر محمد عثمان حیدر آبادی
قیمت	:	ہدیہ منجانب، ایچ، یم حسین ٹرسٹ

انتساب

محمد احمد اور اہلیہ امّ اسمٰعیل

ملنے کے پتے

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ-0522- 2741539

دار عرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی-09807240512

ایچ، یم، حسین ٹرسٹ

H. M. Husain Trust

Email: hmhamuwash@yahoo.com

Cell: +91 7095168679

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ أَمَّا بَعْدُ!

قرآن مجید انسانیت کے لئے اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے، جس پر عمل کرنے سے ہماری زندگی اس دنیا میں اور آخرت میں سلامتی وسکون کی ہوگی، خالق کائنات کا وعدہ ہے۔

میرے حضرت! مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی اس کی تعلیم وتربیت میں صرف کی اور اس تعلیم وتربیت سے کئی زندگیاں اللہ پاک کی رضامندی میں گزریں، اس کی ایک کڑی قدیم جریدہ "الصادق" سے "میرے مطالعہ قرآن کی سرگزشت" پیش خدمت ہے۔

آقائے کائنات سے التجا ہے کہ ہم سب کو اس سے استفادہ کی ہدایت اور توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اس کتابچہ کی طباعت میں جو حضرات اور خواتین نے نصرت فرمائی ان کے ہم شکر گزار ہیں اور ہم پروردگار عالم سے دعا گو ہیں کہ ہم سب کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے، آمین۔

طالب دعا

انجینئر محمد عثمان حیدرآبادی

(ناظم)

ایچ، یم، حسین ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عطیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے اور تمام انسانوں کے لئے ہدایت وفلاح کا پیغام ہونے کی بناء پر ایک عظیم نعمت اور انسانوں کے لئے رحمت ہونے کا ذریعہ ہے، اس میں انسانوں کے مختلف انواع واصناف کو ان کی سمجھ اور ضرورت کے لحاظ سے خیر و صلاح کے حصول کے لئے موثر رہنمائی کی گئی ہے، چنانچہ عربوں کے سامنے جب اس کی آیات آئیں تو ان کے دلوں میں اتر گئیں اور صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد میں اس کے سننے اور سمجھنے سے تبدیلی آئی اور وہ اس میں توجہ دلائی ہوئی باتوں کو اپنے دلوں کی گہرائی سے مانتے چلے گئے۔

قرآن مجید اس کی یہ تاثیر اب بھی ہے اور قیامت تک اس میں رہے گی، اس کو اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے غور وتدبر سے جب بھی پڑھا جائے گا اس کی تاثیر کا اثر ہوگا اس کے ذی علم علماء نے اس کی تاثیر اور خصوصیت کو اپنی تصنیفات میں اور مضامین میں بیان کیا ہے ان ہی تحریروں میں قرآن مجید کا بحیثیت اچھا علم رکھنے والے اور قرآن مجید کے معجزاتی عمل سے واقف حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا درس بھی دیا ہے اور اس کی خصوصیات پر مضامین بھی لکھے ہیں جو

بہت مفید اور رہنمائی کرنے والے ہیں۔

ان ہی مضامین میں زیر نظر مضمون ''میرے مطالعہ قرآن کی سرگزشت'' بھی ہے جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک محترم محب انجینئر محمد عثمان صاحب حیدرآبادی نے ایک رسالہ سے اخذ کر کے اشاعت کا فیصلہ کیا ہے، اس طرح اس مضمون کا فیض تازہ ہوجائے گا اور قارئین مکرم فائدہ اٹھائیں گے۔

عاجز

محمد رابع حسنی ندوی

۱۱ر شعبان ۱۴۳۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتِمَ النَّبِیِّیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ وَدَعَا بِدَعْوَتِھِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ، اَمَّا بَعْدُ!

قرآن کریم صحف سماویہ میں اپنی خصوصیات کے اعتبار سے منفرد کتاب الٰہی ہے، اس کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا تحریف سے محفوظ رہنا ہے، وہ صوتی، لفظی اور ترتیب کے اعتبار سے محفوظ ہے، خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو اس خاص امتیاز کی طرف اشارہ کرتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔ (سورۃ الحجر:۹)

ترجمہ: ''بیشک ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب قیامت تک اپنی خصوصیات کے ساتھ محفوظ اور قابل استفادہ رہے گی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی'' میں تحریر فرمایا ہے:

> ''قرآن، فرقان (فاروق اور ممیز) ہے اور یہ اس کی ایسی امتیازی صفت ہے جو اس کے نام کے قائم مقام ہوگئی ہے''۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ

نَذِیْراً۔ (سورۃ الفرقان: ۱)

ترجمہ: ''بڑی عالیشان ذات والا ہے جس نے یہ فیصلے کی کتاب اپنے بندہ خاص پرنازل فرمائی: تاکہ وہ تمام دنیا پر جہاں والوں کے لئے ڈرانے والا ہو''۔

قرآن مجید نے ہدایت و گمراہی میں، ایمان و کفر میں، اسلام اور جاہلیت میں، خدا کی رضا وعدم رضا میں، یقین وظن میں، حلال وحرام میں، قیامت تک کے لئے جو فصل اور امتیاز پیدا کردیا ہے اس کی نظیر سے مذہبی تعلیمات اور آسمانی صحیفوں کی تاریخ خالی ہے۔

قرآن کریم اعجاز بیانی وعلمی کے ساتھ رشد و ہدایت، علم وفکر، اخبار بالغیب، امم سابقہ کا تذکرہ، غلط تصورات اور معتقدات کی تصحیح، تخلیق انسان اور کائنات کے اسرار، خدا کی مخلوقات کی خصوصیات، طبیعت انسانی کے رجحانات اور صلاحیتوں، اعمال انسانی کے نتائج واثرات اور اس طرح کے انسان کی زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں رہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔

خال معظم مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص موضوع قرآن مجید تھا، قرآن کی تلاوت کا اہتمام، اس کے معانی ومضامین اور اس کے بلاغتی پہلوؤں پر تدبر حضرت مولانا کا خاص مشغلہ تھا اور اس میں انہوں نے بڑے اساتذہ سے کسب فیض کیا تھا، اس سلسلہ میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کا خصوصیت سے ذکر اپنی کتاب ''پرانے چراغ'' اور آپ بیتی ''کاروان زندگی'' میں کیا ہے۔ اور ''صبح صادق'' (لکھنؤ) کے قرآن نمبر کے لئے حضرت مولانا نے اپنے مضمون ''میرے مطالعہ قرآن کی سرگزشت'' میں اپنے مطالعہ قرآن اور درس وافادہ کی مؤثر سرگزشت بیان کی ہے، اس کے علاوہ مولانا کی کتاب 'مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی' قرآن مجید کے مختلف نوعیت کے اعجاز کو بیان کرتی ہے، ایک جگہ قرآنی اعجاز کے تنوع کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآن مجید صرف اپنے الفاظ وترکیب اور فصاحت و بلاغت ہی کے اعتبار

سے معجزہ نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے الفاظ اور ترکیب میں بھی معجزہ ہے، اپنے معانی ومضامین بھی، اپنے اعلیٰ علوم ومعارف میں بھی، معاملات غیبی اور حقائق ابدی میں بھی، اپنی پیش کی ہوئی مذہبی واخلاقی ومعاشرتی اور مدنی تعلیمات میں بھی، اپنے اثرات وانقلابات میں بھی، اپنی پیشین گوئیوں اور اخبار میں بھی معجزہ ہے، مگر جب صرف الفاظ میں جو اس کے اعجاز کامل کا صرف ایک پہلو اور گوشہ ہے کوئی مقابلہ نہیں ہوسکا تو اس کے اعجاز کامل میں کیا مماثلت ہوسکتی ہے"

یہ مذکورہ بالا کتاب ان دروس کا مجموعہ ہے جو انہوں نے دار العلوم ندوۃ العلماء میں اپنی تدریس کے دوران درجوں میں دئے تھے، جو بعد میں مکتبہ اسلام لکھنؤ نے شائع کئے، اس سے قبل وہ قرآن مجید سے متعلق موضوعات پر لکھتے رہے تھے، اور "الندوہ" اور الصادق" میں مضامین لکھے، انہی مضامین میں ایک اہم مضمون "میرے مطالعہ قرآن کی سرگزشت" بھی ہے، جو پیش خدمت ہے۔

"الندوہ" اور "الصادق" دوسری کتابوں کی فائلوں کے مطالعہ کے دوران ان کے ایک محب صادق جناب انجینئر محمد عثمان صاحب حیدرآبادی جو حضرت مولانا کے اکثر اسفار میں رفیق رہے اور مولانا سے محبت اور تعلق رکھتے تھے، کی نظر اس مضمون پر پڑی تو ان کے اندر اس کو کتابی شکل میں افادہ عام کے لئے لانے کا جذبہ پیدا ہوا اور انہوں نے چاہا کہ تعارفی سطریں بھی شامل کتاب ہوں جس کے لئے انہوں نے مجھ سے فرمائش کی، یہ میرے لئے سعادت وشرف کی بات تھی، اس لئے ان کی فرمائش پر یہ سطریں تحریر کیں۔

امید ہے کہ لوگ اس رسالہ سے فائدہ اٹھائیں گے اور قدر کریں گے۔

۱۴؍شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ　　　محمد واضح رشید حسنی ندوی

مطابق ۲۱؍مئی ۲۰۱۶ء　　　(معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

میرے مطالعہ قرآن کی سرگزشت

میں نے بچپن میں ناظرہ قرآن مجید اس طرح پڑھا جیسے مسلمان گھرانوں میں اب تک دستور رہا ہے، قرآن مجید پختہ ہو جانے کے بعد اس کی تلاوت کرتا تھا، لیکن باوجود بزرگوں کی تاکید کے کبھی، اس کی پابندی نہ کر سکا، جب میری عربی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور کچھ عربی کی شد بد ہوئی تو قرآن مجید کی آیتیں کچھ کچھ سمجھنے لگا، میرے استاذ شیخ خلیل بن محمد عرب قرآن مجید کا بڑا پاکیزہ شوق رکھتے تھے ان کو اس کا بڑا شغف ہے، اس زمانے میں وہ اکثر وہ ہماری مسجد میں نماز پڑھتے تھے، ان کا نسبی تعلق عرب کے اس قبیلے سے ہے جس کے متعلق حدیث میں آتا ہے اتاکم اھل الیمن ارق أفئدة والین قلوبا اللہ تعالیٰ نے ان کو رقت اور اثر پذیری کی دولت سے حصہ وافر عطا فرمایا۔ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو قابو میں نہیں رہتے، آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے، آواز گلو گیر ہو جاتی ہیں ان کے اندر درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہے اور آواز بھی بڑی دردناک اور لہجہ بڑا پر تاثیر ہے، مجھے خوب یاد ہے کہ فجر کی نماز میں وہ آخر پاروں کی کوئی بڑی صورت شروع کرتے لیکن فرط تاثر اور شدت گریہ سے اس کو مکمل کرنے کی نوبت کم آتی ہے اور سامعین کے حسرت رہ جاتی کہ وہ پوری سورہ نہیں سن سکے۔

میری تعلیم قرآن کا آغاز بھی ان ہی کے یہاں سے ہوا، شیخ پر توحید کا بڑا غلبہ تھا، اور وہ بڑا کھرا اور صاف عقیدہ رکھتے تھے، اور اپنے شاگردوں کو بھی اسی عقیدہ کا

قائل بنانا چاہتے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ایسے صحیح العقیدہ آدمی سے پڑھنے کا موقع عطا فرمایا، سورۂ زمر جس میں توحید کی بڑی صاف اور طاقتور تعلیم ہے ان کی محبوب اور منتخب سورہ تھی، جب ہم لوگ عربی میں کچھ چلنے لگے تو انھوں نے اس سورۂ کا درس شروع کیا اس کے بعد سورۂ مومن و سورۂ شوریٰ پڑھائی، عرب صاحب کو چند خاص رکوعوں سے خاص عشق تھا جو خاص جوش اور لطف سے پڑھتے تھے۔ ان میں سے سورۂ آل عمران کا آخری رکوع اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (سورہ آل عمران: ۱۹۰۔۲۰۰) جس کے متعلق صحیح حدیثوں میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب پچھلے پہر کو تہجد میں اٹھتے تھے تو نماز سے پہلے ان آیتوں کو پڑھتے تھے اور سورۂ فرقان کا آخری رکوع وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (سورہ الفرقان: ۶۳) خاص طور پر یاد ہیں اور عرب صاحب کا پر درد اور پر تاثیر لہجہ گویا کانوں میں گونج رہا ہے، عرب صاحب سے سنتے سنتے ہم کو بھی یہ رکوع اچھے معلوم ہونے لگے اور اس طرح سے قرآن مجید سے ایک ذوقی تعلق پیدا ہوا۔

جب عربی کی استعدا پیدا ہو گئی تو تلاوت میں کچھ جی لگنے لگا اس وقت ہمارے خاندان میں کچھ ایسے خاص حالات پیش آئے تھے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں کی خود تفسیر ہوتی تھی اور یہ صاف نظر آتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون مجازات بڑا عالمگیر و ہمہ گیر ہے قوموں اور جماعتوں کے عروج و زوال میں ان کے اعمال و کردار کو بہت بڑا دخل ہے اور اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (سورہ الرعد: ۱۱) ایک ابدی صداقت ہے اس وقت قرآن مجید کی تلاوت میں یہ صاف محسوس ہونے لگا کہ یہ ایک زندہ کتاب ہے اور اس میں زندہ انسانوں کے ہی حالات و واقعات ہیں، یہ زندگی کا ایک مرقع ہے جس میں ہر شخص اپنی تصویر پا سکتا ہے اور اپنے کو تلاش

کر سکتا ہے۔ سورہ انبیاء کی یہ آیت لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ کی مختلف تفسیریں ہیں ان میں ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ فِيْهِ حَدِيْثُكُمْ (اس میں تمہارا تذکرہ ہے) اسی بنا پر ایک جلیل القدر تابعی حضرت احنف بن قیسؒ نے ایک دن یہ آیت سن کر قرآن شریف منگوایا اور کہا لاؤ دیکھوں میرا اس کتاب میں کن الفاظ میں تذکرہ ہے کچھ ورق گردانی کے بعد وہ اس آیت پر جا کر رک گئے، اور انھوں نے کہا کہ مجھے اپنا تذکرہ مل گیا وہ یہ آیت تھی، وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ توبہ: ۱۰۲)

یہ مجھے صاف نظر آتا تھا کہ اس عجیب وغریب کتاب میں قوموں، خاندانوں اور افراد کا تذکرہ اور ان کے عروج وزوال کے اسباب اور وجوہ موجود ہیں، اپنی کم ہمتی اور کوتاہی علم کی وجہ سے چونکہ قوموں کی تاریخ پر نظر نہیں تھی اور واقفیت کا دائرہ محدود تھا اس لئے اپنے خاندان اور حلقہ تعارف کے اندر قرآن کی صداقت صاف نظر آتی تھی اس انکشاف سے قرآن مجید سے دلچسپی اور وابستگی میں صاف اضافہ ہوا، اس زمانہ میں مجھے یاد آتا ہے کہ سورۂ مائدہ، سورۂ انعام، سورۂ اعراف خاص طور پر لطف لے کر پڑھتا تھا۔

میری تعلیم کے سلسلہ میں ایک عجیب اتفاق ہوا جس کو میں محض حسن اتفاق ہی نہیں تائید غیبی کہوں گا کہ میں نے ایک ایک فن کی علیحدہ علیحدہ تحصیل کی اور مخلوط نصاب پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا، ہمارے صاحب نظر اور صاحب ذوق استاذ خلیل عرب صاحب (۱) نے سب سے پہلے عربی ادب کی تکمیل کرائی چنانچہ عربی زبان کی ابتدائی ریڈر مطالعہ العربیہ سے نہج البلاغۃ وحماسہ اور دلائل الاعجاز تک تین سال کاملاً عربی ادب اور اس کے متعلقات ہی پڑھتا رہا، صحیح الذوق استاذ کے فیض صحبت اور عربی ادب کی شبانہ روز مصاحبت سے عربی زبان وادب سے ہی مناسبت ہوگئی کہ اس کی

(۱) شیخ خلیل بن یمانی

حلاوت اور لذت محسوس ہونے لگی اور کسی لطیف کام کی حلاوت کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہی نہ رہی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید کا اعجاز وجدانی وذوقی طور پر محسوس ہونے لگا اور یہ ایک ایسی بدیہی حقیقت بن گئی جس کے لئے قطعاً کسی خارجی شہادت کی ضرورت باقی نہ رہی، اس کا ایک ایک لفظ پکار پکار کر کہتا ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور ساری دنیا کا انکار اور رشک بھی اس پر اثر انداز نہیں ہوسکتا س، عربی زبان وادب کے اشتغال کا یہ فیض کچھ کم فیض نہیں کہ اس سے قرآن مجید کا سہی ذوق پیدا ہوا اور اس کا سارے ادبی ذخیرے میں نرالا پن اور البیلا پن صاف نظر آنے لگا، اس فیض کے لئے اپنے محسن استاذ اور اپنے مربی اور شفیق بھائی کا مدت العمر ممنون احسان رہوں گا۔

روح پدرم شاد کہ فرمود بہ استاذ
فرزند مرا عشق بیاموز دگر ہیچ

میرے خیال میں ہمارے عربی مدارس میں جس طرح عربی زبان وادب کی تعلیم دی جاتی ہے اس سے یہ نتیجہ حاصل نہیں ہوسکتا، زبان کا صحیح ذوق پیدا کرنے اور اس کا لذت آشنا بنانے سے قدیم نصاب کی وہ بے جان وبے ذوق کتابیں نیز معانی وبیان کی وہ تالیفات بالکل قاصر ہیں جو عربیت کے دور انحطاط میں تالیف ہوئیں اور جن کے منصف عجمیت کے زخم خوردہ ہیں، ان کتابوں کی بنیاد پر اور فن بلاغت کے دلائل کے سہارے پہلے قرآن مجید کا اعجاز اور اس کی لطافت اور بلاغت کا سمجھنا تقریباً ناممکن ہے اور اگر اس میں کوئی استثناء ہے تو محض خرق عادت اور الشاذ کل عدوم کے حکم میں ہے۔

ادب کے نصاب کی تکمیل کے بعد جو شیخ خلیل عرب کا طبع زاد اور خود ایجاد تھا مجھے خوش قسمتی سے علامہ تقی الدین ہلالی مراکشی کی صحبت میسر آئی جو عربیت اور نحو میں عصر حاضر کے یگانہ اشخاص میں سے تھے اور ان کو امام فن کہنا بجا ہوگا، ادب کے بعد میں نے کچھ فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور دوسال دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا حیدر حسن

خان صاحب کے درس میں حدیث کی تکمیل کی اسی زمانے میں کچھ تفسیر بیضاوی کا حصہ مولانا سے پڑھا۔ جو درس نظامی کے بڑے فاضل استاذ اور کہنہ مشق مدرس تھے، کچھ عرصہ کے لئے میں نے لاہور جا کر مولانا عبداللہ صاحب سندھی کے طرز پر ان کے شاگرد ارشد مولانا احمد علی صاحب کے تفسیر کے درس میں شرکت کی، اس درس میں قرآن مجید کے سیاسی نکات کے استنباط کا ذوق غالب تھا۔ اس طرز سے مجھ کو زیادہ مناسبت نہ ہوئی، لیکن مولانا کے اخلاق کی زاہدانہ زندگی اور ان کے جذبہ توحید سے بہت نفع ہوا۔

لاہور سے آنے کے بعد اور حدیث سے فارغ ہونے کے بعد کا زمانہ کلیۃ تفسیر کے مطالعہ میں گزرا، میں یہ کہنا بھول گیا تھا کہ میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی بعض مختصر تفسیریں اور مولانا حمید الدین فراہی کے رسائل بھی پڑھے اب سارا وقت قدیم تفاسیر کے مطالعہ میں گزرنے لگا، زیادہ تر خود مطالعہ کرتا تھا اور جو اشکال پیش آتا تھا اس کو دوسری کتابوں سے حل کرنے کی کوشش کرتا اس زمانہ میں تفسیر جلالین نیز علامہ بغوی کی ضخیم تفسیر معالم التنزیل علامہ زمخشری کی کشاف کا لفظ لفظ پڑھا، علامہ نسفی کی مدارک کا نصف حصہ تو مجھے یاد ہے لفظاً لفظاً پڑھا، دوسرے حصہ پر نظر ڈالی۔

تفسیر کے مطالعہ کے سلسلے میں ایک عجیب تجربہ یہ ہوا کہ ہر شخص کی کسی ایک کتاب سے تشفی نہیں ہوسکتی ذہن و عقلیت کے مدارج اتنے مختلف اور متضاد ہیں کہ ایک شخص سب کو بیک وقت مطمئن نہیں کرسکتا، ایک غبی آدمی کو ایک شبہ پیش آتا ہے ذہین آدمی کا شبہ بھی اس کی طرف منتقل نہیں ہوتا اور اس سے تعرض کئے بغیر گزر جاتا ہے، میرے بعض اشکالات معروف تفسیروں سے حل نہیں ہوئے۔ کسی حاشیہ یا کسی غیر معروف تفسیر میں اس کا جواب مل گیا۔ اس سلسلہ کی تفصیل موجب تطویل ہیں۔

جب دارالعلوم ندوۃ العلماء میں قرآن مجید کا درس میری حقیر ذات سے متعلق

ہوا تو تفسیر کا زیادہ گہرا مطالعہ کرنے کا موقع ملا، اس زمانے میں علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی سے بڑی مدد ملی ایک تجربہ یہ ہوا کہ تفسیر کبیر ہمارے جدید حلقوں میں جس قدر بدنام ہے یہاں تک کہ کہا گیا ہے فیہ کل شئی الا التفسیر اس بدنامی وحقارت کی وہ ہرگز مستحق نہیں بہت سے زوائد کے باوجود اس میں بعض بڑی کام کی باتیں ہیں اور بعض ایسی چیزیں جو عام کتابوں میں نہیں ملتیں، اس زمانہ تدریس میں اگرچہ احیاناً بعض اور تفسیروں کے دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا مثلاً ابوحیان کی البحر المحیط لیکن ان کا ذہن پر کچھ خاص اثر نہیں۔ علامہ رشید رضا کی تفسیر المنار بھی قابل استفادہ ہے۔ اور اس سے بھی جدید مباحث میں مدد مل سکتی ہے مدرسانہ نقطہ نظر سے جمل بڑی مفید ثابت ہوئی اعراب القرآن سے بھی کافی مدد ملی۔

اس وقت تک مولانا عبدالماجد دریابادی کی تفسیر ماجدی شائع نہیں ہوئی تھی انگریزی میں ان کے حواشی تیار ہورہے تھے، مجھے محض اشکالات کے سلسلہ میں جن کا تعلق قدیم تاریخ اور دوسرے مذاہب وصحف سے تھا کبھی کبھی استفادہ کے لئے دریاباد جانے کا اتفاق ہوا، اور بڑی کام کی باتیں معلوم ہوئیں۔ اب یہ معلومات تفسیر ماجدی میں منتشر ہیں اور قرآن مجید کے طالب علم کے لئے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے، خصوصاً ان لوگوں کے لئے جن کے پاس اصل ماخذ کی طرف رجوع کرنے کا وقت یا ذریعہ نہ ہو۔

زمانہ تدریس کے بعد جب اپنی بعض علمی ضرورتوں کی بنا پر تفسیر طبری کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو آنکھیں کھل گئیں اور معلوم ہوا کہ یہ نہ صرف تفسیر کا بلکہ تاریخ وادب کا بھی ایک وسیع کتب خانہ ہے جس کا کسی کے پاس موجودہ ہونا ایک نعمت عظمٰی ہے عرب جاہلیت کے عادات عقائد معاشرت اور احکام قرآنی کا ماحول اور پس منظر جاننے کے لئے اس سے زیادہ مستند اور وسیع ذخیرہ نہیں۔

اس سلسلہ میں بڑی کوتاہی وناسپاسی ہوگی اگر ایک ایسی کتاب کا ذکر نہ کیا جائے جو اگرچہ کوئی مفصل تفسیر نہیں ہے لیکن فہم قرآن کا بہت بڑا نمونہ ہے اور تفسیر کے طالب علموں کے لئے ایک نادر تحفہ ہے شائد بہت سے قارئین کا ذہن متوجہ نہ ہو یہ حضرت شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ترجمہ ہے اس کی قدر ان لوگوں کو ہوسکتی ہے جو تفسیر کا تفصیلی اور اعلیٰ مطالعہ کر چکے ہوں اور ان کو مشکلات قرآن کا اندازہ ہو، اور یہ معلوم ہوا کہ اہل تفسیر قرآن مجید کے بعض مطالب کے ادا کرنے میں اور اس کے مفردات کی شرح وتفسیر میں کیسی دقتیں پیش آتی ہیں اس کے بعد جب وہ شاہ کا ترجمہ پڑھیں گے تو ان کو اندازہ ہوگا کہ شاہ صاحب نے کس خوبی اور کامیابی کے ساتھ ان مشکلات کو عبور کیا ہے اور ان قرآنی الفاظ کے لئے وہ اردو کے کیسے موزوں الفاظ لے آئے ہیں جو بعض اوقات بالکل الہامی معلوم ہوتے ہیں اس کے لئے مثال کے طور پر صرف ایک آیت پیش کرتا ہوں سورہ شعراء کی آیت ہے قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُوْنَ۔ عربی میں عزت کا لفظ نہ صرف غلبہ کا مرادف اور نہ صرف شرف کا اور یہ دونوں لفظ مل کر بھی اس موقع پر اس مفہوم کو ادا نہیں کر سکتے، زمخشری جیسے صاحب ذوق اور راسخ الفن ادیب کو بھی اس کا پورا مترادف نہیں مل سکا، شاہ صاحب نے اس کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں اس لفظ کی صحیح اسپرٹ آگئی ہے وہ فرماتے ہیں "اور بولے کہ فرعون کے اقبال سے ہم ہی زبر رہے" یہی اس آیت کا صحیح ترجمہ ہے، شاہ صاحب کے بعد جس نے بھی اس ترجمہ کو اختیار کیا سب نے شاہ صاحب کے تتبع میں اختیار کیا یہ ایک مثال ہے شاہ صاحب کے ترجمہ میں ایسے نوادر اور جوہرات بہت ملتے ہیں، ہمارے استاد مولانا حیدر حسین خاں صاحب فرماتے تھے کہ مظاہر العلوم سہارنپور کے باقی مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سب تفسیریں پڑھانے کے بعد آخر میں شاہ صاحب کا ترجمہ پڑھاتے تھے۔

ان علمی تجربات میں اب اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ قرآن مجید کے فہم کا اصل دروازہ جب کھلتا ہے جب آدمی بغیر کسی انسانی حجاب کے اس کلام کے ذریعہ صاحب کلام سے ہم کلام ہو، اس کا راستہ قرآن مجید کی بکثرت تلاوت اور نوافل یا ان بندگان خدا کی صحبت جو اس کتاب کے حقیقی لذت آشنا اور حقیت شناس ہیں، اور جن کے رگ و پے میں یہ کلام بس گیا ہے، ضرورت اس کی ہے کہ پڑھنے والا اس کتاب سے براہ راست تعارف وانس حاصل کرے اور اس کو ایسا محسوس ہو کہ وہ براہ راست مخاطب ہے، شاعر نے کچھ غلط نہیں کہا کہ

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہی نہ رازی نہ صاحب کشاف